حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی تاریخ وفات

اور ان کے اہل خاندان کے مزارات اور ان کے کتبے

از مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی، مفتی الہٰی بخش اکیڈمی کاندھلہ ضلع مظفر نگر

حضرت حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ احمد بن عبد الرحیم محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعہ کی ذات گرامی، ان کے احوال و سوانح، اور علوم و معارف پر "القول الجلی فی مناقب الولی[1]" سے تحقیق و تصنیف کا جو سلسلہ شروع ہوا تھا وہ اس وقت تک جاری

---

[1] القول الجلی، حضرت شاہ محمد عاشق پھلتی وفات تقریباً ۱۱۸۷ھ/۷۴-۱۷۷۳ء کی تالیف ہے، جو حضرت شاہ ولی اللہ کے صاحب سر، رفیق خاص اور محرم راز تھے، اس کی تالیف حضرت شاہ ولی اللہ کے ارشاد و ایمار پر ہوئی، حضرت شاہ ولی اللہ نے اپنے خود نوشت احوال "الجزء اللطیف فی ترجمۃ العبد الضعیف" میں اس کا ذکر فرمایا ہے۔ انفاس العارفین شاہ ولی اللہ ص۲۱ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱۳۳۵ھ)۔ اس کتاب کا اکثر حصہ حضرت شاہ ولی اللہ کی حیات میں اور آخری باب حضرت شاہ صاحب کی وفات کے بعد اضافہ ہوا۔ اس اہم تالیف کا واحد معلوم نسخہ کتب خانہ خانقاہ کاظمیہ قلندریہ کاکوری (لکھنؤ) میں ہے، جس سے اہل علم استفادہ کرتے رہے ہیں۔ یہ نسخہ ۷۹۴ صفحات (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اور روز افزوں ہے۔ اس موضوع پر مختلف زبانوں میں بے شمار کتابیں اور مضامین شائع ہو چکے ہیں جن سے ایک چھوٹا سا مستقل کتب خانہ مرتب کیا جا سکتا ہے، اور مشرق و مغرب کی متعدد جامعات اور یونیورسٹیز میں بھی اس عنوان پر تحقیقی مقالے اور Theses مرتب ہوئے ہیں اور زیر ترتیب و تحریر بھی ہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) پر مشتمل ہے اور سنہ ۱۲۲۹ھ/۱۸۱۳ء کا مکتوبہ ہے، بحوالہ مکتوب جناب شاہ مجتبیٰ حیدر صاحب کاکوروی مرقومہ ۱۷ر شعبان ۱۴۰۲ھ، پروفیسر خلیق احمد صاحب نظامی نے اس کا سنہ کتابت ۱۲۳۹ھ/۱۸۲۳ء نقل کیا ہے (شاہ ولی اللہ اور ان کے سیاسی مکتوبات ص۲۱ دہلی ۱۳۸۸ھ) جو خلاف واقعہ ہونے کے علاوہ جنتری کی رو سے بھی صحیح نہیں ہے۔ القول الجلی کا ایک نسخہ ہمارے خاندانی ذخیرہ کتب میں بھی موجود تھا مگر راقم سطور کو اس کا سراغ نہیں ملا۔ القول الجلی کے ایک اور نسخہ کا نواب صدیق حسن خاں کے کتب خانہ کے حوالہ سے ذکر کیا جاتا ہے، اور نواب صاحب نے بھی اتحاف النبلاء المتقین باحیاء مآثر الفقہاء والمحدثین میں القول الجلی کے حوالہ سے دو واقعات نقل کئے ہیں، ملاحظہ ہو الروض الممطور فی تراجم علماء شرح الصدور مولانا ذوالفقار احمد نقوی ص ۱۸۸/۱۹۳ (آگرہ ۱۳۰۷ھ) مگر نواب صاحب کے ذخیرۂ کتب محفوظہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ اور نواب صاحب کے کتب خانہ کی مفصل فہرست ص۶۷ تا ص۱۱۲ سلسلۃ العسجد فی ذکر مشائخ السند تالیف نواب صدیق حسن خاں (بھوپال ۱۲۹۳ھ) میں شاہ محمد عاشق کی القول الجلی کا کہیں ذکر نہیں۔ تاہم اس فہرست میں اسی نام کی ایک اور کتاب القول الجلی فی ترجمۃ شیخ الاسلام ابن تیمیۃ الحنبلی کا اندراج ہے ص۱۸ سلسلۃ العسجد۔ مقام مسرت ہے کہ نسخہ کاکوری شاہ مجتبیٰ حیدر صاحب کے زیر نگرانی اردو ترجمہ کے بعد اشاعت کے لئے تیار ہو رہا ہے۔

حیات ولی اللّٰہی کے وسیع تر سلسلہ کا ایک چھوٹا مگر اہم عنوان تاریخ وفات حضرت شاہ ولی اللہ اور مزارات خاندان ولی اللّٰہی ہے۔ آئندہ سطور میں اس سلسلہ کی معلومات یکجا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

حضرت شاہ صاحب کے سنہ وفات کے متعلق متعدد روایات ہیں، سنہ ۱۱۷۴ھ سنہ ۱۱۷۵ھ سنہ ۱۱۷۶ھ سنہ ۱۱۷۹ھ اور سنہ ۱۱۸۰ھ، ان میں صحیح اور معتمد علیہ سنہ ۱۱۷۶ھ ہے۔ اس سنہ اور تاریخ وفات ۲۹ محرم سنہ ۱۱۷۶ھ بروز شنبہ / ۲۱ اگست سنہ ۱۷۶۲ء بوقت ظہر، کی قدیم ترین اطلاع مولانا سید محمد نعمان حسنی رائے بریلوی کے مکتوب سے حاصل ہوتی ہے، حضرت شاہ محمد نعمان حضرت شاہ ولی اللہ کے دامنِ فیض سے وابستہ، اور آخری ایام میں حضرت شاہ ولی اللہ کی خدمت میں حاضر تھے، وہ مولانا ابو سعید رائے بریلوی کے نام خط میں تحریر فرماتے ہیں:

"وامصیبتاه! ایں چہ بے نیازی است	آہ، افسوس! حق تعالیٰ کی عجیب
کہ ہمچنیں روح مقتدائے را، در	شان بے نیازی ہے کہ ایسے رہنما کی
کمتر وقت بعمر شصت و دو سالگی	روح کو ایسی مختصر مدت میں باسٹھ
ندائے ارجعی الی ربک راضیۃ	سال کی عمر میں "اے نفس مطمئنہ اپنے
مرضیۃ دادند، و اصحاب	رب کی طرف راضی اور پسندیدہ ہوکر
بدع و ضلال را عشرت آگیں نمودند،	لوٹ جا" کی صدا سنادی گئی، بدراہ
و اصحاب دین را اندوہگیں کردند،	اور طریقۂ سنت سے دور افراد کو
یعنی بتاریخ سلخ محرم الحرام، یک	مسرور، اور دین داروں کو غمگین
ہزار و یک صد و ہفتاد و شش،	کر دیا گیا، یعنی محرم الحرام کی آخری
یوم السبت وقت الظہر، بامر داعی	تاریخ کو ۱۱۷۶ھ میں شنبہ کے دن
حق روح مطہر آنحضرت از قالب	ظہر کے وقت، حکم الٰہی کے مطابق حضرت

"مفارقت نمودہ باوج علیین نشیمن ساختہ"۔ [1]

کی پاکیزہ روح نے جسم عنصری سے جدا ہوکر علیین کی بلندی پر اپنا نشیمن بنالیا۔

اس اطلاع کی توثیق وتصدیق حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے ایک ملفوظ سے ہوتی ہے، حضرت شاہ صاحب ارشاد فرماتے ہیں:

"عمرِ شریف یعنی شصت یک سال وچہار ماہ شد، چہارم شوال تولد گشت، در بست نہم محرم وفات یافت، تاریخ تولد شاہ ولی اللہ چہارم شوال و چہارشنبہ ۱۱۱۴ھ بود، تاریخ وفات او بود امام اعظم دیں، دیگر ہائے دل روزگار رفت، بست نہم محرم

عمر شریف (حضرت شاہ ولی اللہ) اکسٹھ سال چار ماہ ہوئی، چار شوال کو تولد ہوئے اور ۲۹ر محرم کو وفات پائی۔ تاریخ ولادت شاہ ولی اللہ چار شوال ۱۱۱۴ھ بروز بدھ، وقت ظہر (۱۲ر فروری ۱۷۰۳ء) تھی، او بود امام اعظم دیں، اور "ہائے

---

[1] مکتوب مولانا سید نعمان رائے بریلوی، زیر عنوان "حضرت شاہ ابو سعید حسنی رائے بریلوی کے روابط حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، اور ان کے خاندان سے"، از مولانا نسیم احمد صاحب فریدی امروہوی، ماہنامہ الفرقان لکھنؤ، صفر ۱۳۸۵ھ ص۳۶، حضرت شاہ ولی اللہ کی تاریخ وفات کے لئے صاحب نزہۃ الخواطر مولانا عبدالحی حسنی کا ماخذ بھی یہی مکتوب ہے، نزہۃ الخواطر ص۴۱۵ ج ۶ (حیدرآباد ۱۳۷۶ھ) اصل مکتوب حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کے خاندانی مرقع نوادر میں محفوظ ہے، پروفیسر خلیق احمد نظامی نے اس کے لئے کتب خانہ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کا حوالہ دیا ہے (شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات ص۲۰۲) جو صحیح نہیں ہے۔

وقت ظہر" [1]　　دل روزگار رفت" کے اعداد سے
سنہ تاریخ وفات معلوم ہوتا ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز نے اس ملفوظ میں جو دو مادہ ہائے تاریخ بیان فرمائے ہیں، ان میں سے پہلا حسن خاں تحسین کشمیری کا اثر ہے [2]، دوسرا مادۂ تاریخ ہائے دل روزگار رفت، غالباً صحیح نقل نہیں ہوا، اس میں مرتب ملفوظات یا کاتب نسخہ سے کوئی لفظ چھوٹ گیا ہے، موجودہ صورت میں اس کے اعداد ۱۱۶۵ ہوتے ہیں جو حضرت شاہ ولی اللہ کے سنہ وفات سے مطابقت نہیں رکھتے، شاید اسی وجہ سے مرتب تذکرۂ عزیزیہ [3]، اور مولانا نسیم احمد فریدی نے ملفوظات عزیزی [4] میں اس مادہ کو نقل نہیں کیا ہے، مذکورہ مادہ کے علاوہ ایک مصرعہ تاریخ "مقتدا دقیقہ شناس [5]" اور ایک ۱۱۷۶ھ
"آفتاب علم شد زیر زمین" ہے [6]۔

صحیح تاریخ وفات ۱۱۷۶ھ کے بعد ان سنین کا تذکرہ ہوگا جو متعدد مستند تذکرہ نگاروں نے نقل کئے ہیں، ان سنین میں پہلی روایت سنہ ۱۱۷۴-۷۵ھ کی ہے،

---

[1] ملفوظات حضرت شاہ عبدالعزیز، مولفہ سنہ ۱۲۳۳ھ، صـ ۴۴ (مجتبائی میرٹھ ۱۳۱۴ھ)
[2] مضمون جناب مسعود انور علوی، ماہنامہ برہان دہلی ص ۵۸/۱۸۶ (مارچ ۱۹۸۳ء)
[3] تذکرہ عزیزیہ، مرتبہ قاضی بشیر الدین میرٹھی صـ ۸ (مجتبائی میرٹھ ۱۹۳۴ء)
[4] ماہنامہ الفرقان لکھنؤ صـ ۱۴ (جمادی الثانی ۱۳۸۷ھ)
[5] یہ مادہ تاریخ مولانا عبدالحلیم چشتی نے فوائد جامعہ بر عجالہ نافعہ صـ ۲۸۵ (نور محمد کراچی ۱۳۸۳ھ) میں بلا حوالۂ ماخذ نقل کیا ہے، مگر جس طرح چشتی صاحب نے نقل کیا ہے "مقتدائے دقیقہ شناس" اس کے اعداد ۱۱۸۶ ہو جاتے ہیں، غالباً ی کا اضافہ سبقت قلم ہے۔
[6] مضمون جناب مسعود انور علوی، ماہنامہ برہان دہلی ص ۵۷/۱۸۵ (مارچ ۱۹۸۳ء)

اس روایت کا مآخذ علامہ محدث شیخ حسین بن محسن یمانی کی تحریر ہے، علامہ موصوف الیانع الجنی فی اسانید الشیخ عبدالغنی میں محتاط الفاظ میں لکھتے ہیں:

"ویشبہ ان یکون وفات ابو عبدالعزیز[1] فی سنۃ اربع اوخمس وسبعین ومائۃ بعد الف، وقبرہ معروف یزار ویتبرک بہ"[2]

اور ممکن ہے کہ ابوعبدالعزیز (شاہ ولی اللہ) کی وفات ۱۱۷۴ھ یا ۱۱۷۵ھ میں کے درمیان ہو، اور ان کی قبر مشہور، اور زیارت گاہ ہے۔

فخرالمتاخرین حضرت مولانا عبدالحئی فرنگی محلی نے بھی ۱۱۷۴ھ کی روایت کو نقل کیا ہے، مگر قیل کے لفظ سے اس روایت کی کمزوری کی طرف بھی اشارہ کردیا ہے اور اولیت ۱۱۷۶ھ کی روایت کو دی ہے[3]

۱۱۷۵ھ کی ایک اور روایت نواب محمد علی خاں ٹونک نے سیرالاخبار معروف بہ فرحت الناظرین ذکر کی ہے، نواب صاحب لکھتے ہیں:

"درسنہ یازدہ صدوہفتادوپنج ہجری بعالم آخرت شتافت"[4]

(حضرت شاہ ولی اللہ) سنہ گیارہ سو پچھتر ہجری میں عالم آخرت کو سدھار گئے۔

---

[1] الیانع الجنی کے پیش نظر نسخہ میں صرف عبدالعزیز ہے جو یقیناً سہو کاتب ہے، تذکرہ حضرت شاہ ولی اللہ کا ہے، جن کو شیخ یمانی ابوعبدالعزیز سے یاد کرتے ہیں۔

[2] الیانع الجنی صہ۹۴ (دارالاشاعت دیوبند ۱۳۴۹ھ)

[3] التعلیق الممجد علی موطا الامام محمد صہ۲۵ (مطبع یوسفی لکھنؤ، ۱۳۱۵ھ)

[4] قرۃ العیون فی شرح سرور المحزون، صہ۹ جلد اول (مطبع محمدی ٹونک، بلاسنہ)

مفتی غلام سرور لاہوری نے حضرت شاہ صاحب کی وفات ۱۱۷۹ھ یا ۱۱۸۰ھ میں بیان کرتے ہیں، مفتی صاحب کا قول ہے:

وفات آنجناب در سال یک ہزار و	آنجناب (شاہ ولی اللہ) کی وفات
یک صد ہفتاد و نہ، یا ہشتاد، بوقوع	سنہ گیارہ سو اناسی، یا سنہ
آمد از مؤلف"	گیارہ سو اسی میں واقع ہوئی۔ تاریخ
	وفات از مؤلف

ز دنیا چو رخت اقامت بہ بست	ولی اللہ ولی، ولی متقی
وفاتش بجستم ز شیخ کریم	رقم شد وگر شیخ اکبر ولی

ایضاً

چو از دنیا بجنت گشت راہے	ولی اللہ حق آگاہ بہشتی
وفات او یکے خورشید بند است	دگر عارف۔ ولی اللہ بہشتی"[1]

مگر مفتی صاحب نے حدیقۃ الاولیاء میں جو خزینۃ الاصفیاء سے موخر تالیف ہے، حضرت شاہ صاحب کی تاریخ وفات کی صرف ایک روایت نقل کی ہے[2] اور صاحب ہدیۃ العارفین نے ۱۱۷۹ھ کی روایت پر اعتماد کیا ہے، مگر حسب معمول ماخذ کا ذکر نہیں کیا ہے[3]۔ سطور بالا سے یہ معلوم ہو گیا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کہ ۱۱۷۶ھ کے علاوہ حضرت شاہ ولی اللہ کے جو سنین وفات نقل کئے جاتے ہیں

---

[1] خزینۃ الاصفیاء، ص ۳۷۳ جلد دوم (مطبع ثمر ہند لکھنؤ ۱۲۹۰ھ)

[2] حدیقۃ الاولیاء، ص ۱۱۱، (مطبع نولکشور لکھنؤ ۱۲۹۴ھ)

[3] ہدیۃ العارفین، اسماء المولفین، اسمٰعیل پاشا بغدادی، کالم ۵۰۰ ج ۲ مکتبۃ المثنیٰ، بیروت۔

وہ سب غلط ہیں، مگر حیرت ہے کہ بعض اہل قلم ان سنین کو صحیح خیال کرتے ہیں، اور اپنی تالیفات میں ان کو نقل کرنا درست سمجھتے ہیں۔

حضرت شاہ صاحب کی تاریخ ولادت حضرت شاہ عبدالعزیز کے حوالہ سے گزر گئی ہے، اور حضرت شاہ ولی اللہ نے خود نوشت سوانح "الجزء اللطیف فی ترجمة العبد الضعیف" میں بھی یہی وقت معہ زائچہ سیارگان تحریر فرمایا ہے[1] مگر معلوم نہیں کس وجہ سے نواب صدیق حسن خاں نے حضرت شاہ صاحب کا سنہ ولادت ۱۱۱۰ھ گیارہ سو دس' لکھا ہے[2]۔ نواب صاحب کے بیان پر خیر الدین الزرکلی نے اعتماد کیا[3] اور الزرکلی کی اطلاع ہے کہ شیخ عبدالحئی کتانی نے بھی فہرس الفہارس میں اسی کو اختیار کیا ہے۔

حضرت حکیم الامت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک، اور ان کے اہلِ خاندان کا قبرستان جو مہندیان[4] کے نام سے مشہور ہے، دہلی میں، دلی دروازے کے بائیں جانب مولانا آزاد میڈیکل کالج کے پیچھے واقع ہے، اس قبرستان میں

---

۱ مشمولہ انفاس العارفین ص۲۰۲ (مجتبائی دہلی ۱۳۳۵ھ)

۲ ابجد العلوم ص۹۱۲ (صدیقی بھوپال ۱۲۹۵ھ) دلچسپ امر یہ ہے کہ ابجد العلوم میں سنہ وفات کا ذکر نہیں اور "الحطہ فی ذکر امہات الستہ" ص۷۱ (نظامی کانپور ۱۲۸۳ھ اور سلسلۃ العسجد ص۷) میں سنہ ولادت موجود نہیں ہے، اتحاف النبلاء راقم کے سامنے نہیں ہے۔

۳ الاعلام ص۱۴۹ ج ۱۔ (الطبعۃ الرابعہ، بیروت ۱۹۷۹ء)

۴ مہندیان کی تاریخ اور معلومات کے لئے رجوع فرمائیے آثار الصنادید سر سید احمد خاں ص۱۲۰ (طبع اول ۱۸۴۷ء دہلی) اور واقعات دار الحکومت مولوی بشیر الدین احمد ص۵۸۰ تا ص۵۹۲ جلد دوم، (آگرہ ۱۳۳۷ھ)

علم و معرفت کے وہ تاجدار، اور حکمت و موعظت کے وہ شہ سوار سوئے ہیں جن کے ایمانی و عرفانی کارناموں سے دشت و جبل گونج رہے ہیں اور جن کے دم قدم سے ہندوستان میں اسلام کا ٹمٹماتا چراغ روشن، توحید کا غلغلہ بلند اور اتباع سنت کا ولولہ تازہ ہوا۔ ان کی کاوشوں کا عکس دل فروز، اور آج بھی ملت اسلامیہ کے لئے مینارۂ نور ہے، اور بلا تکلف کہا جاسکتا ہے کہ اس تختی براعظم (ہندوستان، پاکستان اور بنگلہ دیش) کے بیشتر تعلیمی و تبلیغی سلسلے انھیں کے سوز دروں کی بازگشت اور ان ہی کاوشوں کا پرتو ہے، جس کے اثر سے برصغیر کا خطہ خطہ منور، اور ذرہ ذرہ درخشاں ہے۔

یک چراغیست دریں خانہ از پر تو آں
ہر کجامی نگری انجمنے ساختہ اند

ان آسودگان خاک کے فکروفن کا دریا آج بھی پورے جوش و خروش سے لہریں لے رہا ہے اور ملکوں ملکوں کے لوگ اپنے اپنے ظرف و صلاحیت کے مطابق اس سے فیض یاب ہو رہے ہیں، کس کا تذکرہ کریں کس کو چھوڑیں، یہاں تو ہر فرد اپنی جگہ مجلس عمل، ایک مستقل کتب خانہ اور دار العلوم ہے،

گوشے گوشے میں یہاں ملت کا سرمایہ ہے دفن
حکمتِ اسلام کا گنجِ گرانمایہ ہے دفن
اس میں سوتے ہیں محدث اور مفسر بے شمار
عالمانِ دینِ قیم ہیں قطار اندر قطار

جس جگہ قبرستان خاندان ولی اللہی واقع ہے یہاں کبھی شیخ عبد العزیز شکر بار کی خانقاہ تھی، بعد میں شیخ رفیع الدین کی قیام گاہ بھی یہی ہوئی، اور اکابر خاندان ولی اللہی کے مکانات بھی اسی جگہ تھے، مگر حضرت شاہ ولی اللہ نے اس جگہ قیام ترک کرکے اندرون شاہجہاں آباد قیام فرمالیا تھا، مولوی احمد علی خیرآبادی لکھتے ہیں:

"قبور ایں حضرات در حوالی ہماں خانقاہ بیرون دہلی دروازہ حصار شاہجہاں آباد، محاذی منارۂ فیروزی، و مکانات شاہ رفیع الدین و شاہ عبدالرحیم در قدیم الایام ہماں خانقاہ بود، شاہ ولی اللہ محدث از روئے تسلط جنات آں را ترک فرمودند، الا جائے قبور ہماں ماند" [1]

ان حضرات کی قبریں اس خانقاہ کے اطراف میں دہلی دروازہ، شاہجہاں آباد کے حدود کے باہر، فیروز منارے کے سامنے ہیں، اور شاہ رفیع الدین و شاہ عبدالرحیم کے مکانات قدیم زمانہ سے یہی خانقاہ تھی، مگر شاہ ولی اللہ نے جنات کے اثر کی وجہ سے وہاں قیام ترک کردیا تھا مگر قبرستان وہی رہا۔

اس قبرستان کی اہم قبور پر گذشتہ تقریباً سو سال سے کتبے نصب رہے ہیں۔ راقم سطور کی معلومات میں کتبات کی موجودگی کی پہلی اطلاع مولوی محمد اکبر داناپوری کے سفرنامہ سے ملتی ہے، داناپوری ۱۸ رجب ۱۳۱۱ھ کو قبرستان مہندیاں حاضر ہوئے۔ اس وقت حضرت شاہ ولی اللہ اور ان کے صاحبزادگان والاشان کے مزارات پر کتبات نصب تھے، مولوی محمد اکبر نے ان مزارات کے لوح مزار پر کندہ تاریخیں نقل کی ہیں، مگر ان تاریخوں میں حضرت شاہ رفیع الدین کی تاریخ وفات کے علاوہ جملہ سنین غلط لکھے ہوئے ہیں، یہ کتبات ممتاز علی خاں رئیس میرٹھ نے نصب کرائے تھے [2]

---

[1] قصر عارفاں، مولوی احمد علی خیرآبادی ص ۲۶ مرتبہ ڈاکٹر محمد باقر (اورینٹل کالج میگزین لاہور)۔ ۱۹۶۵۔

[2] سیر دہلی ص ۴۳ تا ۴۷ (مطبع ریاض ہند آگرہ، ۱۳۱۱ھ)

مولوی محمد اکبر کے سفر دہلی کے پورے ایک سال بعد مولانا عبدالحئی حسنی رائے بریلوی نے دہلی کا سفر کیا، وہ ۱۸ رجب ۱۳۱۲ھ کو قبرستان مہندیاں پہنچے، اس وقت پر بھی مزارات پر کتبے موجود تھے، مگر مولانا عبدالحئی نے کتبات کی تفصیل اور سنین نقل نہیں کئے ہیں [1]

اس سفر کے بائیس چوبیس سال بعد جب قبرستان و مسجد مہندیاں کی تجدید و مرمت ہوئی تو یہ پرانے پتھر ہٹا کر نئے لوح مزار نصب کئے گئے، مولوی بشیر الدین احمد دہلوی نے نئے کتبات کا تفصیل سے تعارف کرایا ہے، مولوی صاحب نے پہلے ایک نقشہ دیا ہے جس سے قبروں کی ترتیب معلوم ہوجاتی ہے۔ پھر اس احاطہ قبور میں موجود ایک بڑے کتبہ سے ان افراد کے نام نقل کئے ہیں، جو خاندان ولی اللّٰہی سے نسبی تعلق رکھتے ہیں، اس احاطہ میں مدفون ہیں مگر نسبتاً کم مشہور ہیں۔ قوسین کی عبارات راقم سطور کا اضافہ ہیں [2]:

۱۔ والدہ ماجدہ حضرت شاہ ولی اللہ (فخر النساء بنت شیخ محمد پھلتی)

۲۔ والدہ ماجدہ حضرت شاہ عبدالعزیز (بی بی ارادت سونی پتی)

۳۔ مولانا مخصوص اللہ صاحب (متوفی ۱۲۷۳ھ صاحبزادہ حضرت شاہ رفیع الدین)

---

[1] دہلی اور اس کے اطراف، مولانا عبدالحئی حسنی، ص ۳۴ (انجمن ترقی اردو، دہلی ۱۹۵۸ء)

[2] حضرت شاہ ولی اللہ کے خاندان کے مفصل شجرہ کے لئے ملاحظہ ہو، خاندان ولی اللّٰہی کی زیریں شاخیں اور ان کے نسبی سلسلے، از راقم السطور نور الحسن راشد، ماہنامہ برہان، جنوری، فروری ۱۹۸۳ء۔

۴۔	مولانا محمد موسیٰ صاحب	(صاحبزادہ شاہ رفیع الدین دہلوی)
۵۔	مولانا محمد عمر صاحب	(متوفی ۱۲۶۸ھ صاحبزادہ شاہ محمد اسمٰعیل شہید)
۶۔	دختر مولانا شاہ عبدالقادر	(زینب زوجہ مولوی مصطفیٰ خلف شاہ رفیع الدین)
۷۔	دختر مولانا شاہ رفیع الدین	(غالبًا بی بی صفیہ مراد ہوں گے)
۸۔	دختر شاہ عبدالغنی	(رقیہ، زوجہ محمد حسین بن شاہ رفیع الدین، یا کلثوم زوجہ مولوی محمد موسیٰ خلف شاہ رفیع الدین)
۹۔	دختر مولوی محمد موسیٰ	(فاضلہ)
۱۰۔	زوجہ مولوی مخصوص اللہ	(مسماۃ امت العزیز)
۱۱۔	مولانا شاہ عبدالسلام	(خلف مولوی محمد موسیٰ صاحبزادہ شاہ عبدالعزیز)
۱۲۔	مولوی سید احمد	(ولی اللّٰہی خلف سید معزالدین احمد صاحبزادہ مولانا نصیر الدین مجاہد)
۱۳۔	سید رؤف احمد[۱]	؟

بڑے کتبے کے بعد حضرت شاہ عبدالرحیم، شاہ ولی اللہ اور ان کے صاحبزادگان عالی مقام کے مزارات کی عبارتیں نقل کی ہیں، ان نئے کتبات میں تمام سنین وفات صحیح لکھے گئے

---

[۱] واقعات دارالحکومت دہلی، مولوی بشیر الدین احمد صفحہ ۵۹۰ جلد ۲ (آگرہ ۱۳۳۷ھ)

ہیں، ۱۹۴۷ء کے ہنگامہ میں اس قبرستان اور کتبات کو سخت نقصان پہنچا۔ اس ہنگامہ کے کئی سال بعد کتبات کی تجدید ہوئی، تین چار سال پہلے تک یہ کتبے موجود تھے، راقم سطور بھی اس قبرستان میں کئی مرتبہ فاتحہ پڑھنے کے لئے حاضر ہوا ہے، ایک مرتبہ بعض کتبات کی غلطیوں پر جناب علی محمد صاحب متولی درگاہ کو توجہ دلائی تھی اور موصوف نے تصحیح و ترمیم کرانے کا وعدہ بھی کیا تھا، مگر جناب انور علی صاحب کی تحریر سے معلوم ہوا کہ ان مزارات سے تمام کتبے و سنین وفات ختم کر دیئے گئے ہیں[1]، اس خبر سے وابستگان سلسلہ ولی اللہی کو جو تکلیف پہنچی ہوگی وہ محتاج بیان نہیں ہے۔ کچھ عرصہ گذرا قبرستان خاندان ولی اللہی کی زوال پذیر صورت حال پر دہلی کے اردو اخبارات میں مراسلے شائع ہوئے تھے، مگر اس پر کوئی توجہ نہیں کی گئی۔ نئی خبر کتبات ہٹائے جانے کی آئی ہے جو یقیناً خوش آیند اطلاع نہیں ہے، آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا؟ ص

ضرورت ہے کہ اس خاندان خورشید نشان سے محبت و تعلق رکھنے والے اس سلسلہ میں عملی قدم اٹھائیں اور سرمایۂ ملت کے ان نگہبانوں کے آثار کی حفاظت پر فوراً توجہ دیں، خدانخواستہ اس قبرستان کا بھی وہی حشر نہ ہو جو دہلی اور مشرقی پنجاب کے اکثر ملی آثار و مزارات و مقابر کا ہو چکا ہے، خصوصاً حضرت شاہ ولی اللہ کے عم بزرگوار حضرت شاہ ابو الرضا محمدؒ، اور ان کے خاندانی اعزہ کے قبرستان کا، یہ

---

[1] ماہنامہ برہان دہلی، شمارہ مارچ ۸۳ء - ص۵۵

ص حقیقت یہ ہے کہ جناب علی محمد صاحب متولی درگاہ شاہ ولی اللہ نے اس عظیم آستانہ کی قابل قدر خدمات انجام دی ہیں یہاں ہمارے فاضل مقالہ نگار کو کچھ غلط فہمی ہو گئی ہے ۔ (ادارہ)

گورستان دہلی میں بستی حضرت نظام الدین کے قریب واقع تھا، مولف واقعات دارالحکومت لکھتے ہیں:

"اگرچہ آپ کی درگاہ بظاہر کچھ عمدہ نہیں، مگر فیض سے مملو ہے، مکان کو مکین سے شرف ہے، آپ نے ۱۷ محرم ۱۱۰۲ھ کو وفات پائی، آپ کے وصال تاریخ آفتاب حقیقت ہے، علاوہ آپ کے مزار کے، اور اس جگہ آپ کے اہل وعیال اور دیگر بزرگوں کی قبریں بھی ہیں۔" [۱]

لیکن اس وقت اس قبرستان کے آثار ونشانات بھی موجود نہیں، اس قبرستان کی زمین پر اوبرائے ہوٹل Oberoi Intercontinental کھڑا ہے، جناب امداد صابری نے کل ہندسنی اوقاف کانفرنس دہلی میں دہلی کی وقف اراضی، مزارات ومقابر کے ساتھ اس کا بھی ذکر کیا ہے کہ:

"شاہ ابوالرضا صاحب کے اس مزار پر فلک نما اوبرائے ہوٹل تعمیر ہوگیا ہے اور ان کے خاندان کے بزرگوں کی قبریں بھی اوبرائے ہوٹل کے نیچے آگئی ہیں۔" [۲]

صابری صاحب نے ان صاحب کا نام بھی لکھا ہے جن کی عنایت سے اس قبرستان کا سودا طے ہوا [۳] فالی اللہ المشتکی

---

[۱] واقعات دارالحکومت دہلی ص ۶۵۸ ج ۲۔

[۲] خطبہ استقبالیہ، کل ہندسنی اوقاف کانفرنس منعقدہ دہلی، دسمبر ۱۹۶۱ء، ص ۲۲، ص ۲۳۔

[۳] خطبہ مذکورہ ص ۲۶۔